

سید جاوید اقبال :

دفتر امیراللغات

ام مقالے کا مقصد ”دفتر امیراللغات“ سے متعلق معلومات فراہم کرنا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ لغت کی ابتداء کب سے ہوئی؟ اس کا ابتدائی لائعہ عمل کیا تھا؟ دفتر کب اور کہاں قائم ہوا؟ اور کس طرح ختم ہوا؟ دفتر کے معتمدین، ملازمین اور علمی معاونین کون کون تھے؟ لغت کا طریق تالیف کیا تھا؟ اگر کتنے حصے مرتباً ہوئے؟ کتنے شانع ہوئے؟ اور کتنے نامکمل رہ گئے؟ کس سبب سے مکمل حصے شانع نہ ہو سکے؟ یہ لغت کس طرح فروخت ہوتی تھی؟ دفتر کی کاروباری شرائط کیا تھیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

امیر اللغات اور اس کے دفتر سے متعلق بہت کچھ معلومات اس سے قبل ہمارے کثی فضلاً بالخصوص ڈاکٹر کریم الدین احمد - اور ڈاکٹر ابو محمد سحر - اپنے اپنے مقالاتِ تحقیق میں پیش کر چکے ہیں، لیکن ان میں زمانی تسلسل نہیں ملتا اور ہمارے خیال میں بہت سی معلومات رہ بھی گئی ہیں۔ اس کی

- ڈاکٹر کریم الدین احمد: مطبوعہ مقالہ برائے ای ایج ڈی: ”امیر مینائی اور ان کے تلامذہ“ لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء۔

- ڈاکٹر ابو محمد سحر: مطبوعہ مقالہ برائے بھی ایج ڈی، ”مطالعہ امیر“، لکھنؤ، نسیم ہک ڈھو، ۱۹۶۸ء۔

وجہ پدھے کہہ عمارے ان دونوں معزز محققین نے کم و بیش ایک ہی وقت میں اپنے مقالات تحقیق مکمل کیے۔ ایک کام ہندوستان میں ہوا، دوسرا پاکستان میں۔ دونوں مقالات کے شائع ہونے میں ۱۸ سال بھی حائل ہیں۔ اس ۱۸ سال کے عرصے میں غالباً ان مقالات تک دونوں ممالک کے اہل علم کی رسانی بھی نہ ہو سکی۔ شاید بھی وجہ ہے کہ امیر اور ان کے کام سے متعلق لوگوں کو مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکیں اور کچھ غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئیں جو اکثر و بیشتر زبانی سنئے میں آتی ہیں، جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس مقالے میں کچھ غیر مطبوعہ مکاتیب کے اقتباسات بھی بیش کوئے گئے ہیں۔ یہ دفتر اسپراللغات سے ارسال کیے گئے تھے، جو معتمدین دفتر نے تحریر کیے تھے۔ راقم الحروف نے اپنے ایک گروپ مضمون "آفادات امیر" (مطبوعہ رسالہ "تحقیق" شمارہ سوم، شعبہ اردو، جامع مسندہ) میں امیر کے غیر مطبوعہ ذخیرہ مکاتیب کی تفصیل بیش کی تھی یہ خطوط بھی اسی ذخیر سے سے حاصل کیے گئے ہیں۔

(۱)

"۱۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو سرفراز لائل صاحب بہادر لفڑی کورنر ممالک متعدد آئی۔ ۱۔ "انہوں نے فرمان روایے ریاست رام پور (نواب کلب علی خاں) سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمائش کی، دربار میں بیسیوں زبان دان حاضر تھے لیکن آسمان بار امانت ۱۔ حکیم نجم الغنی خل: "اخبار الصنادیل،" لکھنؤ، مطبع نول کشور،

نتوانست کشید، یہ دشوار خدمت امیر مینائی کے سہر کی گئی۔ ۱
 ”امیر نے لفظ آنکھ کے تقریباً مسازھے چار سو محاورات وغیرہ مرتب کر کے لغت کا نمونہ پیش کیا اور وہ جنرل اعظم الدین خان مغفور (اس وقت سفیر ریاست تھے) کی معرفت سر الفرد لائل کی خدمت میں بھیجا گیا۔ ۲ ”جو دوسری جون ۱۸۸۶ء کو پیش کیا گیا۔ ۳ یہ نمونہ دو حصوں پر مشتمل تھا پہلے میں کشی سو الفاظ و محاورات اور دوسرے حصے میں اشتھار تھا جس میں امیر اللغات کا لائفہ عمل پیش کیا گیا تھا۔ امیر اشتھار میں لکھتے ہیں:

”میں نے قصد کیا کہ معزز زبان دانوں کی ایک کمیٹی جمع کر کے ایک ایسا عمدہ لغت تیار کیا جائے جو کھروی کھوٹی بول چال کے واسطے کسوٹی ہو۔ اس کمیٹی میں مختلف زبانوں کے عمدہ جاننے والے شریک ہوں گے۔ منسکرت کے الفاظ جواردو میں اپنی اصلی حالت میں ہیں یا ان میں کچھ الٹ بھیر ہوا ہے۔ اس کی تحقیقات کو قابل ہندستہ بشارس یا جہاں کہیں ملیں گے کمیٹی میں شریک کیے جائیں گے انگریزی کے لائق زبان دان ہندوستانی بطور ملازم اور بوریان بطور معاون ممبر ہوں گے۔ یہ لغت بہت بڑا ہوگا، اس سبب سے آئے حصوں میں شائع کیا جائے گا۔ ہر حصے

۱۔ امیر احمد علوی: ”طرہ امیر“ لکھنؤ، انوارالمطابع، ۱۹۲۸ء۔

ص ۵۹ -

۲۔ عرفان عباسی: ”دستان امیر مینائی“، لکھنؤ، نسیم بک ڈھو، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۔

۳۔ شاہ ممتاز علی آہ: ”امیر مینائی“، لکھنؤ، ادبی پریس، ۱۹۳۱ء۔

ص ۱۱۲ -

کی مقدار پندرہ سے بیس جزو تک ۲۲ تقطیع ہر ہوگی
اور اس کی قیمت سات روپے فی حصہ ہوگی ۔ ۱

امیر نے اشتہار میں کمیٹیوں کے بارے میں تعریف کیا کہ تین
کمیٹیاں قائم کی جائیں گی ۱۔ انتظامی کمیٹی، جس کا مقصد تدوین
لغت کے انتظامی امور کو سرانجام دینا ہوگا۔ ۲۔ عملی کمیٹی، ان
افراد ہر مشتمل ہوگی جو مؤلف کی مانحتی میں لغت کا کام کریں
گے ۳۔ مشیر کمیٹی، یہ اہل الرائے ہر مشتمل ہوگی، ان اركان کو
عملی کمیٹی کا معتمد، لغت کے حصے، رائے کے سلسلے میں بھیجے
کا اور ان کی اصلاح و ترمیم ہر لغت مرقب کی جائے گی اس کے علاوہ
انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ لغت کے دفتر کے سلسلے میں
ہر بیزیدنٹ، وائس ہر بیزیدنٹ اور وائس ہیٹن مقرر کیا جائے گا۔

امیر نے اشتہار کے ذریعے کمیٹیوں کی سعیری کے لیے اصحاب
کے نام مم لقب و سکونت طلب کیے، اس کے علاوہ رائے طلب کی
کہ لغات کی ترتیب و انتخاب میں کن اصولوں پر عمل کہا جائے۔
فارسی، عربی اور سنسکرت کے الفاظ لغت میں کمہاں تک لیئے جائیں۔
طباعت میں کن اصولوں کو اہنایا جائے، الفاظ کے اندراج اور مخففات
کے لیئے کیا اصول بنایا جائے، دوسری زبانوں کے الفاظ لینے کے لیے
انہوں نے خود یہ اصول تجویز کیا کہ:

”ان کے اسی قدر الفاظ داخل لغت کیے جائیں جو

لغت کو اردو کی حد سے باہر نہ کر دیں۔“ ۲

۱۔ امیر مونائی: ”نمونہ، امیراللغات“ بحوالہ ڈاکٹر ابو محمد سحر،

مطالعہ امور، ص ۲۱۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۲۳۔

اس کے علاوہ لغت کو پڑھنے، مصدر سے مشتقات بنانے کے قواعد لغت کے مقدمے میں مفصل تحریر کر دیئے جائیں۔ اور یہ اعلان بھی کیا کہ طباعت سے قبل پروف اہل الرائے حضرات کے پاس ہیجئے جائیں گے اور ایک ماہ تک ان کے مشوروں کا انتظار کیا جائے گا۔

امیر نے انگریزوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے انگریزی میں، Prospectus of the Urdu Dictionary کے عنوان سے ایک عبارت بھی شامل کی جس میں لغت کا لائچہ عمل پیش کیا گیا ہے۔

”مَوْ الفَرْدُ لائلُ نَسْنَةٍ اَسْ نَوْنَةٍ كُو بہت ہستند فرمایا“ ۱ اور تالیف کے سلسلے میں مفید مشورے دیئے اور یہ ہدایت بھی دی کہ:

”گورنمنٹ بہت سی جلدیں اس لغت کی خرید کرے۔ ہم مختلف ریاست ہائے ہندوستان اور بنگال، پنجاب، بھیشی، اور مدراس کی گورنمنٹوں سے بھی درخواست اعانت کریں گے اور ہر ایک سیلنسی و انسرائی سے التجا کر کے ان کو سرپرست اور مریبی اس کا بنائیں گے۔ جس قدر روپیہ منشی صاحب اس کی تالیف کے لیے خیال کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ سہیا ہو جائے گا“ ۲

۱- ”امیر مہنائی“ ص ۱۱۲

۲- امور مہنائی: ”مقدمہ امیر اللغات“ لاہور، مقبول اکیڈمی،

امیر نے نمونہ شائع کرنے سے پہلے اسے خاص خاص اہل علم کو ارمنال کیا اور نمونے سے متعلق رائے مانگی۔ مولوی مہدی حسن خان شاداب رسول پوری کو ۱۳۰۲ھ کے خط میں تحریر کرتے ہیں:

”سو آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی نہیں سر الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی جن کی فرمائش سے یہ نمونہ درست کہا ہے وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے... آپ ہورے نمونے کو مطالعہ فرمائیں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھدیں۔“^۱

اس کے بعد یہ نمونہ ۱۸۸۶ء میں ۱۰۔۱۰۔۱۰ میں ”تاج المطابع رام ہور میں طبع ہو کر ”نمونہ امیر اللغات“ کے نام سے شائع ہوا۔^۲

امیر نے لغت کے لائچہ عمل کے دوسرے مرحلے میں مختلف شہروں کے دورے کیے تاکہ لغت کے کام کو بھرپور طریقے سے شروع کیا جا سکے، مقدمہ امیر اللغات میں تحریر کرتے ہیں:

”دیکھوں اردو لغت کی طرف ملک کے خیالات کو سرے ہیں، لکھنؤ فیض آباد اور بنارس ہوتا ہوا پئے تک گما۔“^۳

۱۔ امیر میناؤی، ”مکانہب امیر میناؤی“ مرتب احسن اللہ ثاقب، طبع دوم، لکھنؤ، مطبع ادبیہ، ۱۹۲۷ء، ص ۳۲۱۔

۲۔ ”مطالعہ امیر“، ص ۳۲۱۔

۳۔ ”مقدمہ امیر اللغات“، ص ۳۔

امیر نے امن دور سے میں نوایین، آدباً، شعرًا اور عربی فارسی کے علماء سے بالمشافع ملاقات کی اور ان سے لغت کے بارے میں خیالات دریافت کیے۔

جب کہ امیر سے پہلے ان کے پڑے صاحب زادے محمد احمد صریف نے مر الفرد لائل کی رائے کے مطابق مختلف شہروں کے دورے کیے تھے۔ اس سے متعلق مولوی مہدی حسن خاں شاداب کو ۳ جنوری ۱۸۸۲ء کے خط میں تحریر کرتے ہیں:

”محمد احمد نے صحبت پا کر پنجاب کا سفر کیا ہے ایک مہینے میں واہس آئے کا ارادہ ہے اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کس لیں ہو کریں گے۔ میری رائے نہ تھی کہ ابھی سفر کیا جائے؛ مگر جناب لیفٹینٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کی رائے بھی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی ملک میں پھر کر اشاعت نہ کرے گا تب تک ملک متوج نہ ہوگا۔“ ۱

شاداب رسول پوری کو محمد احمد کے سفر کی روداد لکھتے ہیں، خط مورخ ۹، ربیع الآخر ۱۳۰۲ھ:

”محمد احمد نے ان کی (گورنر بہادر مر الفرد لائل) رائے کے موافق سفر عمده مقامات ہندوستان کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ علی گڑھ میں آنریبل سید احمد خان سے مل کر دہلی، سہارنپور، انبالہ، پٹیالہ، امرتسار،

لاہور وغیر کی سیر کی اور ان مقامات کے لائق یورپیں اور هندوستانیوں سے مل کر رائٹن لپن اور جن کو لائق سمجھئے ان سے معبری کی درخواست کی اور جن کو اهل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا۔^۱

امیر نے امیراللغات کا نمونہ لکھنے، شائع کرانے، مختلف شہروں کا دورہ کرنے کے بعد اگلے مرحلے میں رائٹن لپنے کا مکتوباقی سلسلہ، بھی شروع کیا، ۹ دسمبر ۱۸۸۸ء کے ایک خط میں صفیر بلگرامی کو تحریر کرتے ہیں:

”امیراللغات کے اصول سے متعلق ایک کاہی بھیج کر

آپ کے دل و دماغ سے جواب با صواب کی آرزو ہے۔^۲

جب کم حبیب الرحمن خان شروانی کا اسی بابت شکریہ

ادا کرتے ہیں۔ مکتوب مورخ ۹ دسمبر ۱۸۸۸ء:

”مکرمت نامہ آیا سب سے مقدم آپ کی تحریر، جواب

مسئولات میں آئی جن کو دیکھ کو ہیچمدان نہایت

مسرور ہوا۔^۳

”نمونہ“ امیراللغات کا شائع کرانا، اشتھار میں لغت کے اغراض و مقاصد اور اصول تالیف کو بیان کرنا امیر کی دیانت داری اور سلیقہ مندی کا ثبوت ہے۔ اور ہر اشتھار میں مشورہ دینے کی درخواست کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ یہ کام اہل علم کے مشوروں سے انجام دینا چاہتے تھے۔ ان اہل علم میں اردو کے علاوہ انگریزی اور منسکرت کے ماہرین کی موجودگی کو وہ ضروری

۱۔ ایضاً، ص ۳۲۹،

۲۔ ایضاً، ص ۲۳۷،

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۸۔

(۳۰۱)

سمجھتے تھے۔ تاکہ اس وقت تک موجود لغات میں ”امیر اللغات“ منفرد ہو جائے۔

امیر کی لغت نگاری کے بارے میں ڈاکٹر ابو محمد سعمر کی رائے بہت وزن رکھتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

”امیر اردو کے ۴۶۷ لغت نگار تھے جنہوں نے لغت کی تدوین میں عام طور پر ملک کی رائے حاصل کرنے کے لیے کئی سو الفاظ و محاورات کا ایک نمونہ شائع کیا۔“ ۱۰

ان تمام امور کے ہم منظر میں گزشتہ ادوار میں مرتب کیے گئے ان لغات کے تجربے تھے جو آج تک منظر عام ہر نہ آسکے۔ گزشتہ دور کے لغات سے مراد سرم، بصیرت، بھار ہند اور محاورات مصادر اردو ہیں۔

امیر ابتدائی طور پر لغت مرتب کرنے کا ڈھنگ جان گئے تھے۔ اس لیے ایک مربوط اور جدید انداز سے لغت تالیف کرنے کی بنیاد ڈالی۔ اب لغت کے اگلے مرحلے دفتر کے قیام سے متعلق مواد پیش کیا جائے گا۔

(۲)

۱۸۸۷ء میں محمد احمد اور ۱۸۸۸ء میں امیر نے ممکن حد تک مختلف شہروں کے دورے کیے اور پھر بقول ڈاکٹر ابو محمد سعمر: ”۱۸۸۹ء میں انہوں (امیر) نے لغت کی تالیف کے لیے ایک

دفتر قائم کیا۔ لیکن مطبوعہ مکاتیب کی داخلی شہادت سے ہتا چلتا ہے کہ دفتر ۱۸۸۸ء کی آخری سہ ماہی میں قائم ہو چکا تھا۔ ۹ دسمبر ۱۸۸۸ء کو حبیب الرحمن خان شروانی کو لکھتے ہیں:

”اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد و
قبول کا فیصلہ ہو گا ابھی دفتر امیر اللغات میں سیکریٹری
ان کو جمع کرتا جائے گا“ ۲

اس کے علاوہ امیر نے مقدمہ امیر اللغات میں تحریر کیا ہے کہ:
”سفر سے پہنچنے ہو عرش آشیان نواب محمد مشتاق علی
خان بہادر طاب ثراہ نے با اجلام کونسل ایسی
دستگیری فرمائی کہ میں نے رام ہور میں امیر اللغات
کا دفتر کھوں دیا“ ۳

لغت کے مسلسلے میں امیر نے سفر ۱۸۸۸ء ہی میں کیے اس
سلسلے میں معمتاز علی آہ رقم طراز ہیں:

”۱۸۸۸ء میں ملک کے خیالات دریافت کرنے کو حضرت
نے لکھنؤ، بنارس ہوتے ہوئے پہنچنے تک سفر کیا“ ۴
امن کے بعد ”۲۵ فروری ۱۸۸۹ء کو نواب مشتاق علی خان

۱۔ ”مطالعہ امیر“، ص ۲۲۳۔

۲۔ ”مکاتیب امیر میناؤی“، ص ۲۸۸۔

۳۔ ”امیر اللغات“، ص ۳۔

۴۔ ”امیر میناؤی“، ص ۱۱۲۔

انتقال کر گئے” ۱۔ اور امیر شدید مالی ہریشانی سے دو چار ہوئے۔ ۲۱ مارچ ۱۸۸۹ء کو کوئٹہ خیرآبادی کو خط تحریر کرتے ہیں اس سے بھرپور تاثر ملتا ہے کہ دفتر قائم ہوئے خاصاً وقت گذرا چکا ہے۔

”دو سو روپیے ماہوار دفتر لغت پر صرف ہو رہا ہے“ ۲۔ ان حوالوں کے علاوہ ممتاز علی آہ نے امیراللغات کے دفتر اور امیر کا جو حال متصل بیان کیا ہے اس میں عسر بول کے مرض کی شدت کی طرف اشارہ کیا ہے، مکاتیب کے مطالعے سے ہتا چلتا ہے کہ یہ وہی دور ہے جب دفتر قائم ہوا تھا:

”اس زمانے میں جامع مسجد کے سامنے چھوٹے نواب والے سرکاری مکانات میں قیام تھا۔ ان میں دیوان خانے اور محل سرانے کے علاوہ اوپر بہت بڑے بڑے کمرے تھے جن میں دفتر امیراللغات تھا کمروں کے بعد لمبا چوڑا صحن تھا اور نیچے بازار کی دکانیں تھیں۔ عسر بول کے باعث بار بار چوکی ہر جانے کی حاجت ہوتی تھی اس ضرورت سے دفتر کے قریب ایک کمرے میں کوئی کمرے کے صحن میں محل مرا اور دفتر کے بیچ والے کمرے کے ہاس (جہاں دن کو آرام فرماتے تھے) اور ایک جگہ محل مرا میں چوکی لگی رہتی۔

۱۔ ”اخبار الصندید“ ص ۲۹۷۔

۲۔ ”مکاتیب امیر میٹھائی“ ص ۱۳۳۔

تھی اور جائزون بھر چوک سے قریب ایک کونٹکسٹ میں کوئی دھکتے رہتے تھے۔ ۱-

اور اس دفتر کے رابطے کا پتا یہ ہے جو "ہیام یار" ۱۸۹۱ء کے اشتھار میں شائع ہوا۔

"ممتاز علی آہ، سیکرٹری دفتر امیر اللغات، ریاست

رام ہور روہیل کہنڈ" ۲-

اور امیر نے بھی زاہد حسین زاہد کو ۲۳ مئی ۱۸۹۳ء کے خط میں کم و بیش بھی ہتا دیا ہے:

"منشی امیر احمد، ریاست رام ہور، دفتر امیر اللغات" ۳-

ڈاکٹر کریم الدین احمد کے مقالے میں دفتر سے متعلق غلط فہمی ہائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"ہوس کے چھوڑ میں دوبارہ دفتر قائم ہو گا لیکن بساط الث گثی۔ جنرل اعظم الدین خان قتل کر دیئے گئے" ۴-

جبکہ اس بیان سے فوراً پہلے ممتاز علی آہ کا بیان انہوں نے انہی لفظوں میں بوں بیان کیا ہے کہ "عرش آشماں نواب مشتاق علی خان نے دو قسطوں میں مولہ هزار روپیہ قرض دیا" ۵۔ اور ممتاز علی

۱- "امیر مینائی" ، ۱۳۔

۲- ہیام یار ۱۸۹۱ء، بحوالہ "امیر مینائی اور ان کے تلامذہ" ،

ص ۳۳۵

۳- "مکاتیب امیر مینائی" ، ص ۱۸۵ -

۴- "امیر مینائی اور ان کے تلامذہ" ، ص ۳۳۸ -

۵- ایضاً۔

آہ کا بیان ہا اور قی حاشیے میں دیا ہے ”کہ ریاست سے قرض دیشے جائیں اور چھوٹے کے بعد کتاب کی قیمت سے رفتہ رفتہ یہ قرض منشی صاحب ادا کریں اس طرح دفتر قائم ہو کر امیر اللغات کی تالیف شروع ہوئی“ ۔ ڈاکٹر صاحب کے بیان کی بنیاد آہ کی تحریر ہے ۔ جس میں نہایت واضح الفاظ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ قرضہ ملنے کے بعد لغت کا کام شروع ہوا اور آہ نے زور دے کر کہا کہ ”اس طرح دفتر قائم ہو کر امیر اللغات کی تالیف شروع ہوئی“ ہے، بیان ظاہر کرتا ہے کہ اس سے پہلے دفتر نہیں تھا ۔ ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ”جنرل اعظم الدین خاں کو ۲ اپریل ۱۸۹۱ء کو قتل کیا گیا“ ۔ ۲۔ قرض ۱۸۸۸ء کے (اندازاً) وسط میں ملا اور کچھ عرصے میں دفتر قائم ہو گیا ۔ اس دوران ایک بڑا عرصہ، گزرا جس میں لغت کی پہلی جلد بھی منظر عام ہر آئی ۔ لیکن تحریر سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ پہلا دفتر ختم ہو چکا تھا ۔ پھر قرضہ ملتے ہی دوبارہ دفتر قائم ہوا اور جنرل اعظم خاں کا انتقال ہو گیا ۔ جو کہ درست نہیں ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۸۸ء کے آخر میں پہلی مرتبہ دفتر چھوٹے نواب صاحب کے مکانات میں قائم ہوا، جہاں کم و بیش جون ۱۸۹۶ء تک کام کرتا رہا ۔ ۲۵ جون ۱۸۹۶ء کے امیر کے تحریر کردہ مکتوب بنام زاہد حسین زاہد سے معلوم ہوتا ہے کہ دفتر ختم ہو گیا ہے ۔

”میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف پیش آجائے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات میکاری جو ایک

۱۔ ایضاً

۲۔ حکیم نجم الغنی ”اخبار الصنادید“، ص ۳۲۱

عمر سے میری مسکونت گاہ تھے دفعہ بضرورت سرکاری
مجھے خالی کر دینا ہٹے جس سے میرا سارا قافلہ
پریشان ہو گیا، اولاد و احفاد کہیں ہیں، کہیں
امباب، کہیں کتابیں... ۱ -

۱۹ دسمبر ۱۸۹۷ کے مکتوب بنام زاہد حسین زاہد سے نئے
دفتر کے قائم ہونے کا علم ہوتا ہے :

”بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی
ہے کہ دفتر قائم ہوا اور آگے کام چلے“ ۲ -
تو گویا کم و بیش پندرہ ماہ دفتر اپنی اصل کھونے کے
بعد دوبارہ ستمبر ۱۸۹۷ء میں قائم ہوا۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے
بھی امن کی تصدیق کی ہے (مطالعہ ”امیر“، ص ۲۲۸) ممتاز علی آہ
امن کی تفصیل یہ بیان کرتے ہیں :

”امن وقت پرانی کھنڈ سار میں قیام تھا کہوں کہ
سرکاری مکانات جو ہمیں رہنے کو ملے تھے وہ قلعے میں
آگئے تھے اور سرکار سے پرانی کھنڈ سار رہنے کو عطا
ہوئی تھی۔ یہی جگہ احاطہ مینائیاں ہوئی، کچھ مختصر
معمولی مکانات تھے اور بیچ میں ایک چھوٹا دو ہلیا
مائبان جس میں دفتر امیراللغات تھا“ ۳ -

۱- ”مکاتیب امیر مینائی“، ص ۱۲۸ -

۲- ایضاً، ص ۲۲۷ -

۳- ”امیر مینائی“، ص ۱۱۱ -

یہ دوسرا دفتر امیر کے حیدر آباد روانہ ہونے (۱۹۰۵ء) تک کام کرتا رہا۔ اس کے بعد کب تک قائم رہا اور دفتر کا کیا حال ہوا؟ اس بارے میں مختلف باتیں سننے میں آئی ہیں اور ایک دو جگہ پڑھنے میں بھی آئی ہیں، مثلاً ڈاکٹر کریم الدین اپنے مقالے میں تحریر کرتے ہیں:

”امیر نے لغت کے لیے سولہ ہزار روپے قرض لہا تھا، وہ طلب کیا گیا۔ امیر کے بڑے لڑکے محمد احمد صریر ان دنوں ریاست میں تحصیل داو تھے اور سو روپے تنخواہ پاچے تھے۔ ان کی تنخواہ سے اسی روپے وضع کر لیے جاتے تھے اور انہیں کل ہیں روپے ملتے تھے جس پر ۰۰۰ افراد کے خاندان کا گذارہ تھا۔ مصیبتوں کا یہ زمانہ کوئی آئھہ ہر س رہا۔ اس عرصے میں امیر کی قیمتی لائبریری اور وہ تمام ذخیرہ جو انہوں نے ایک عمر صرف کر کے جمع کیا تھا تباہ ہو گیا... جس کے جو ہاتھ آیا اس نے بیچ دیا۔ اس طرح ان کا زندگی بہر کا اثاثہ تباہ ہو گیا“ ۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ اقتباس کسی حوالے کے بغیر تحریر کیا ہے۔ امیر کے ذخیرے کا اس طرح فروخت ہونا سچائی ہر مبنی معلوم نہیں ہوتا، اس لیے کہ رام پور کے نواب اگر ناراض ہو گئے تو امیر کے چاہنے والے ان کے دوست، شاگرد جو نواب یا نوابزادوں سے کم نہ تھے، کیا وہ بھی ناراض ہو گئے تھے؟ لیکن

حقیقت یہ ہے کہ امیر کی بد قسمتی پر شک نہیں کیا جا سکتا۔ مشکل وقت میں اکثر لوگوں نے امیر اور ان کے لواحقوں کا ماتھے چھوڑ دیا تھا۔ جناب اسماعیل احمد مینائی (بن محمد احمد مینائی بن امیر مینائی) کہتے ہیں:

”کتابوں کی فروخت ہونے کی بہنک پھوپھیوں اور چچا کی زبانی میرے کانوں میں ہڑی تھی۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ لیکن اس کا ایک پس منظر ہے، جو کم لوگوں کو معلوم ہے۔ ۱۹۰۰ء میں جب دادا (امیر) حیدرآباد دکن چلے گئے تو نواب حامد علی خاں، والد (محمد احمد صربو) سے اس بات ہر ناراض ہو گئے کہ تم نے ان کو روکا کیوں نہیں ہور والد صاحب کی نوکری ختم ہو گئی، جانداد ضبط ہو گئی اور کم و بیش تین سال یہ حال ہوا کہ گھر میں دو دن میں مشکل سے ایک وقت چبوٹا جلتا تھا۔ وہ دن بڑی اذیت کے تھے اور کیوں کہ میرے والد سب سے بڑے تھے اس لیے ان ہر بڑی ذمے داری تھی۔ وہ سب کا بہت خجال رکھتے تھے“ ।

یہ سوال ابھی تک قائم ہے کہ دفتر امیر الاغات کا کہا ہنا؟

اس بارے میں ممتاز علی آہ لکھتے ہیں:

”وہ زمانہ زیادہ مالی ہریشانی کا میں نے دیکھا۔ مکان میں آگ لگ جانے سے اسباب کے ماتھے غیر مطبوع، کلام اور کتابیں جل کر خاک سیاہ ہو گئی تھیں۔

۱۔ دوران گفتگو جناب اسماعیل احمد مینائی، مقام کراچی نے بتایا۔

افسوس اور قلق سے حضرت کا دل مٹی ہو رہا تھا۔ ۱-

آگ لکھنے کے عینی شاہد حامد حسن قادری لکھتے ہیں:

”۱۸۹۹ء میں آگ لگنا خود مجھے یاد ہے۔ میں

رامپور میں حضرت امیر مینائی کے محلے میں ان کے
مکانات سے قریب ہی رہتا تھا۔ میرا لڑکپن کا زمانہ تھا
آگ اپسے غصب کی تھی کہ اگرچہ مکان آتش زدہ سے میرا
مکان فاصلے پر تھا بھر بھی وہاں سے جلنے ہونے کاغذ
اڑ کر میرے گھر آتے تھے۔ اس حادثے سے ہم سب
پر عجیب ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ امیر صاحب اور
جلیل صاحب کو دیکھنا اچھی طرح یاد ہے۔“ ۲-

جناب اسماعیل مینائی کہتے ہیں کہ ”یہ آگ کوہپریل سے لگی
تھی جس سے دفتر کی چھت بنی تھی، اس حادثے نے امیر کو سخت
پریشان کیا کیوں کہ اس میں ان کے کتب خانے کا پیشتر حصہ
جل گیا تھا۔“ ۳- بقیہ کتب اور دفتر کے متعلق اکھتے ہیں:

”ہمارے گھر کی یہ صورت تھی کہ گھر بہت بڑا تھا بڑے
بڑے کمرے، ان کے آگے دلان بھر کمرے جو بہت دور
تک پہنچ لے ہوئے تھے اس کے قریب اصطبیل، گودام
اور اشتوار بنے ہوئے تھے جن پر کوہپریل کی چھت تھی۔
والد صاحب (صریر) بتاتے تھے کہ یہ کمرے یہ کہہ

۱۔ ”امیر مینائی“، ص ۱۱۲۔

۲۔ حامد حسن قادری: ”دامستان تاریخ اردو“، طبع سوم، منڈہ، اردو

اکیڈمی، ۱۹۶۱ء، ص ۳۰۰۔

۳۔ دوران گفتگو جناب اسماعیل احمد مینائی نے بتایا۔

کر بنائی گئے تھے کہ عارضی ہیں۔ اس میں دفتر امیر اللغات کی الماریان تھیں جو کہ مغلل تھیں۔ ۱۹۳۵ء کے شروع میں، میں نے اور میرے چچا مسعود مینائی نے انہیں کھولاں میں بڑی نایاب کتابیں اور کچھ الماریوں میں لغت کے رجسٹر تھے جن میں لفظ و محاورات کی فہرست بنی تھی، صرف امیر کے وہ دیوان جن پر خود امیر کے ہاتھ کی ترمیم تھی میرے نزدیک زیادہ اہم تھے وہ میں گھر لے آیا۔ باقی سب بند کر دیا۔ غالباً ۱۹۳۶ء میں، میں پھر رام پور آیا تو دیکھا کہ دفتر کے دروازے کھلے ہوئے ہیں الماریان بھی کھلی ہیں اور سب الٹ بلٹ ہو گیا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ شبیر حسین زیدی (چیف منسٹر رام پور) کے آدمی آئے تھے وہ لوگ کچھ چیزیں تلاش کر رہے تھے۔ پھر غالباً ۱۹۳۷ء میں میری شادی تھی اور سارے گھر والی حیدر آباد دکن منتقل ہو رہے تھے۔ گھر کا سارا مامان ہم نے فروخت کیا، نایاب اور قیمتی کتابیں حیدر آباد دکن بھیجوائیں۔ اور بقیہ کتابیں جن میں ناول وغیرہ زیادہ تھے وہ سب ایک پبلک لائبریری کو جو غالباً نئی کھلی تھی دے دیئے گئے۔ اب گھر اور دفتر کی وہ الماریان جن میں لغت کے مسودے تھے وہ رہ گئے۔ یہ سب کچھ قریبی عزیز اور بھائی الیاس احمد مینائی کی ذکر انی میں دے کر سب لوگ چلے گئے ۱۔ اس

۱۔ جناب اسماعیل احمد مینائی نے بتایا کہ: ”الیاس احمد مینائی میرے چھوٹے بھائی ہیں، آج کل حیدر آباد دکن میں رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا، گرنے سے کوئی ہڈی ٹوٹ جانے کے سب تقریباً معذور ہیں۔“

(۳۱۱)

کے بعد کیا ہوا، مجھے کچھ معلوم نہیں اس لیسے کہ
میں نوکری کی وجہ سے بہت مصروف ہو گیا تھا۔ ۱
ہمارا خیال ہے کہ ”دفتر امیر المغار“ زمانے کے فامساعد
حالات کی نذر ہو گیا اور لغت کا بقیہ لوازم بھی زمانے کے ہاتھوں
کم ہو گیا۔ بہت ممکن ہے کسی کتب خانے میں منتشر حالت میں
محفوظ ہو۔

(۳)

دفتر قائم کرنے کے بعد امیر نے اسے جدید خطوط پر چلانے
کے لیے ذہن عمل رکھا جس میں زیادہ تر ان کے شاگرد اور رشتے دار
تھے، جنہوں نے اچھے اور برسے وقت میں امیر کا بہرہور سانہ دیا۔
دفتر میں عمل کتنے ارکان پر مشتمل تھا؟ یہ تو تحقیق نہیں ہو سکا
ابتدی متفرق کتب میں کہیں کہیں کسی رکن کا نام ملتا ہے اور
یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ وہ معتمد تھا یا محرر۔
ذیل میں معتمدین اور محررین کے نام اور مأخذات کی
نشان دہی کی جاتی ہے۔

معتمدین:

۱- (۲) منشی لیاقت علی

(۱) وسیم خیر آبادی

۲- دیکھئے: ”امیر مینائی“ ص ۹۵۔ ”مطالعہ امیر“ ص ۳۲۵

”دبستان امیر مینائی“ ص ۳۸۲ تا ۳۸۳

۳- دیکھئے: ”امیر مینائی“، ص ۱۳۰، ”مکانیب امیر مینائی“

۴- ص ۲۸۷

- (۳) ممتاز علی آه -، (۴) جلیل مانک پوری -۲،
 (۵) منشی لطیف احمد مینائی -۳، (۶) منشی مسعود احمد مینائی -۴،
 (۷) محمد احمد صریر مینائی -۵، (۸) سعید محمد شاه -۶
 یہ کوئی حتمی فهرست نہیں ہے، کیونکہ ”دفتر امیر اللغات“
 کیا رہ برس (درمیان میں پندرہ ماہ کے وقفے سے) قائم رہا۔

(۹)

محررین :

- (۱) عبدالوهاب خان دل گیر -۷، (۲) محمد صفدر عای خان خوال -۸،
 ۱- دیکھئے ”امیر مینائی“ ص ۱۰ -۲۱ ”دہستان امیر مینائی“،
 ص ۸۰ تا ۸۳ -
 ۲- ایضاً، ص ۱۳۱ تا ۱۳۵ ”مطالعہ امیر“ (پاورقی حواشی)
 ص ۳۲۵ -
 ۳- دیکھئے ”دہستان امیر مینائی“ ص ۳۵ تا ۳۷ ”سوانح امیر مینائی“
 از جلیل مانک پوری، حیدرآباد، مطبع میدی، ۱۳۸۷، ص ۷۷ -
 ۴- ایضاً، ص ۸۰ ”دہستان امیر مینائی“ ص ۲۶۷ -
 ۵- ایضاً، ص ۲۵۵ -
 ۶- دیکھئے ”تذکرہ کاملان رام پور“ از حافظ احمد علی خان شوق،
 پنٹہ، خدا بخش لائبریری چرنل، نمبر ۳۳، ۳۵، ۱۹۸۵،
 ص ۰۲۵۷ -
 ۷- دیکھئے ”ختم خانہ“ جاوید“ جلد سوم از لالہ سری رام، طبع اول،
 دہلی، مخزن ہریس، ۱۹۰۸، ص ۲۰۰ -
 ۸- ایضاً

- (۳) واحد علی ہسمل - ۱، (۲) حسین الدین احمد اثر - ۲،
- (۴) ثابت علی - ۳، (۵) امتیاز احمد خان - ۴،
- (۶) خان علی خان - ۵، (۷) محمد قیام الدین - ۵،
- (۸) خورشید احمد مہنائی - ۸، (۹) مهدی علی خان - ۷،
- (۱۰) پنڈت صاحب (قام نامعلوم) - ۹، (۱۱) نبی احمد خان - ۱۰،

- ۱- دیکھئے ”دہستان امیر مینائی“ ص ۱۰۷ -

- ۲- ایضاً، ص ۳۳ -

- ۳- ایضاً، ص ۱۸۶ -

- ۴- دیکھئے، ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۲۸۷ - ”امیر مینائی“
ص ۱۳۰ -

- ۵- دیکھئے، ”دہستان امیر مینائی“ ص ۸۹ - ”مکاتیب امیر مینائی“
ص ۱۳۰ -

- ۶- ایضاً، ص ۲۸۴ -

- ۷- دیکھئے ”دہستان امیر مینائی“ ص ۳۳۹ -

- ۸- دیکھئے ”سوانح امیر“ ص ۷۶ -

- ۹- دیکھئے ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۷۶ - راقم کامضموں ”افادات امیر“
مشمولہ رسالہ، ”تحقیق“ شعبہ اردو، جامعہ سندھ، ۱۹۸۹ء،

ص ۳۷۸ -

- ۱۰- دیکھئے پاورقی حواشی ”مطالعہ امیر“ ص ۳۲۵ -

- (۱۴) محمد رضا خان افسر - ۱، (۱۵) الفضل شاه افضل - ۲،
 (۱۶) عبدالرزاق جمیل - ۳، (۱۷) اصغر علی خان اصغر - ۴

(۵)

امیر نے "امیر اللغات" کے لیے ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی جس کے صدر وہ خود تھے۔ اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ جو لغت تالیف ہو اس کو من لے اور بعث طلب مسئلے کو حل کرے دو ماہ تک اس کمیٹی نے شب و روز کام کیا اس سے لغت کی تالیف میں سستی آئی، آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ امیر اپنے ہی اجتہاد سے کام لیں۔ بہر بھی اس کمیٹی نے لفظ کی چھان بھٹک، اصول تالیف اور دیگر تدوین کے مراحل میں ابتدائی کام مکمل کیا جس کی بدولت تالیف لغت کا راستہ معین ہوا۔ ذیل کی سطور میں ان علمی معاونتیں کے نام اور مانذرات بیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) "مولوی حفیظ اللہ - ۵، (۲) مولوی فضیح الزمان خان فضیح - ۶،

۱- دیکھئے "تذکرہ کاملان رام پور" ص ۲۲۲ -

۲- دیکھئے "خمخان جاوید" ص ۳۶۱ -

۳- دیکھئے "اورقی حواشی" "مطالعہ امیر" ص ۳۲۵ -

۴- دیکھئے "دہستان امیر مینائی" ص ۶۵ -

۵- دیکھئے "مطالعہ امیر" ص ۳۲۳ -

۶- دیکھئے "دہستان امیر مینائی" ص ۲۹۲ -

- (۳) منشی عبدالرحمن بسم - ۱ (۴) حکیم نعیم الزمان خاں نعیم - ۲
 (۵) حافظ محمود علی فدا - ۳، (۶) منشی محمد احمد صریح - ۴

(۷)

مندرجہ بالا اصحاب کے علاوہ کئی اہل زبان ایسے تھے جو
 کمیٹی میں تو شامل نہیں تھے مگر امیر کی علمی معاونت کرتے
 تھے۔ مکاتیب میں تین نام نماہان نظر آئے ہیں۔

(۱) زاہد حسین زاہد - ۵، (۲) حکیم بورہم - ۶، (۳) حبیب الرحمن
 خاں شروانی - ان معاونین کے کام کی نوعیت کیا تھی؟ امن باز سے
 میں مطبوع، مکاتیب سے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔ امیر
 ۳۰ جنوری ۱۸۹۵ کے خط میں زاہد حسین زاہد کو تحریر
 کرتے ہیں۔

”نم سے اگر معکن ہو تو زبان کی اصلیت کہ ابتداء

۱۔ دیکھئے ”خمخانہ“ جاوید، جلد اوّل، ص ۵۸۶ -

۲۔ دیکھئے ”دبستان امیر مینائی“، ص ۳۶۶ -

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۹ -

۴۔ دیکھئے ”امیر مینائی“، ص ۱۱۳ -

۵۔ دیکھئے، ”دبستان امیر مینائی“، ص ۱۷۶ -

۶۔ ایضاً، ص ۹۳ -

۷۔ ایضاً، ص ۱۵۱ -

کہاں سے یہ زبان پیدا ہوئی، اور کن کن تغیرات
کے بعد اس حد کو پہنچی... چاہتا ہوں کہ امیر
اللغات میں یہ بحث... نہایت شرح و بسط کے ماتھے
لکھی جائے۔ ۱۰

اسی نوعیت کا ایک اور خط ۲، جون ۱۸۹۲ء کو تحریر کرتے ہیں:
”اردو کی تحقیق میں جو کچھ تم نے لکھا اس ہر اچھی
طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں۔“ ۲ -

ایک اور معاون، حکیم براہم کو ۱۹ اگست ۱۸۹۳ء کے خط میں
تحریر کرتے ہیں:

”آپ نے جو امیر اللغات کو شروع سے آخر تک دیکھا
اور اس کی فرو گذاشتوں سے مجھے کو مطلع کیا میں
اس کا مشکر گزار ہوں۔“ ۳ -

حبیب الرحمن خان شروانی کو مورخ ۱۹ اپریل ۱۸۸۹ء کے
خط میں تحریر کرتے ہیں:

”آپ گھڑی دو گھڑی روز ادھر بھی توجہ رکھیں تو
آپ کی جوان نکر ضرور عمدہ ہاتیں پیدا کرے گی۔

۱- دیکھیے ”مکاتیب امیر میٹانی“، ص ۱۷۱-۱۷۲ -

۲- ایضاً، ۱۷۶ -

۳- ایضاً، ۱۳۴ -

اصول جو خوال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جائیے
اور مجھے لکھتے جائیے” ۔

کارکنانِ دفتر، معاونین لغت اور بیرونی علمی معاونین میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان میں بیشتر امیر کے شاگرد ہیں یا پھر عزیز و اقارب تھے، لوگوں کو اس قسم کی باتیں کرتے سنائیں گیا ہے کہ کہا رام ہو رہا یا ملک میں اور اہل قلم موجود نہیں تھے؟۔ یا امیر نے ان سے تعاون مانگا اور انہوں نے مدد نہ کی۔ ممکن ہے اس قسم کی باتیں امیر کے منتشر میں بھی آئی ہوں، وہ زاہد حسین کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں۔

”میں نے بہت دنوں ملک کی رائے ہر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اس قدر ہوا کہ عاجز آگیا۔ چند نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے بھی رائے دی کہ ان جھگڑوں میں لغت تالیف ہے رہ جائے گی۔ صرف اپنی رائے کو دخل چاہیے۔ ملک سے بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا۔ ناچار میں اب اپنی رائے سے کام لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست مدد کرتا ہے اور اپنی کوتی صائب رائے ظاہر کرتا ہے اس کا شکر گزار ہوتا ہوں۔“ ۔^۱

یوں محسوس ہوتا ہے کہ امیر نے شہروں کے جو دورے کیے اور محمد احمد نے بھی اس سلسلے میں جو بھاگ دوڑ کی تھی اس سے امیر کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ملک ان کا کتنا ماتھ دے

۱۔ ایضاً: ص ۲۲۔

۲۔ ایضاً: ص ۱۷۶۔

سکتا ہے اس لیے انہوں نے اپسے لوگ کمیٹی میں شامل کیے جو ان کے قریب تر با تربیت بافتہ تھے بقول ڈاکٹر ابو محمد سعیر:

”اس کمیٹی کے اکثر ممبر امیر کے عزیز و شاگرد

تھے رام ہور میں اس وقت اور لوگ بھی تھے جو کمیٹی کے ممبر بننے کے اہل تھے لیکن مؤلف کے ہم خیال اور زیر اثر اصحاب ذی لیاقت کے منتخب کرنے میں جو عملی سہولتیں تھیں ان سے قطع نظر نہیں کی جا سکتی۔“ ۱

یقیناً اس سے امیر کو فائدہ ہوا کیونکہ دفتر اول دن سے مالی مشکلات سے دو چار رہا (جس ہر آگے چل کر ہم تفصیل سے ہات کریں گے) ایسے میں اگر امیر سے محبت کرنے والے لوگ نہ ہوتے مخصوص تنخواہ دار ملازم یا معاونین میں مخصوص نام و نمود کی خواہش رکھنے والے لوگ ہوتے تو یہ دفتر مزید بحران کا شکار ہوتا اور جتنا کام ہوا اس کی بھی امید نہ ہوتی۔ امیر کے اس فیصلے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ بہت سارے لوگوں کو امیر سے علمی اور روحانی فیض حاصل کرنے کا موقع بھی ملا، اور امیر کے تلامذہ، ممتاز علی آہ، جلیل مانک پوری، وسیم خیرآبادی، ریاض خیرآبادی اور محمد احمد صریر وغیرہ نے امیر کی صحبت ہی کی بدولت دنیاۓ ادب میں نہ صرف بڑا نام کامایا بلکہ اپنے استاد کے مسلک ادب کو آگے بڑھانے کی کوشش بھی کی۔

(۷)

امیر نے لغت کی بنیاد بڑے اعتمام اور سوچ ہچار کے بعد ڈالی تھی۔ اصول تالیف ہر ان کی نگاہ ہمیشہ گہری رہی۔ جن

عناصر کو لغت کا حصہ بننا تھا ان کے حصول کے لیے انہوں نے
ہر ممکن کوشش کی اور جن چیزوں سے لغت کو بچانا تھا وہ ابتداء
ہی میں رد کر دی گئیں مثلاً انگریزی الفاظ کے مستعلیٰ کو کمیٹی کی
مدد سے بڑی حد تک سے حل کیا گیا۔ ۲۶ ستمبر ۱۸۹۱ء کے خط
میں انہی ایک ذہین شاگرد زاہد حسین زاہد کو لکھتے ہیں:

”کمیٹی میں باتفاق یہ رائے قرار پائی کہ، امیراللغات
میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کیجیے جائیں جن کی
جم کم اردو میں کوئی فصیح، مختصر اور ٹھیک انہی
معنوں میں لفظ موجود نہیں۔“ ۱ -

اس طرح وہ زبان کے متعلق تحقیق کر کے سب سے منفرد
مواد لغت کے شروع میں دینا چاہتے تھے۔ ۳۰ جنوری ۱۸۹۱ء کے
خط میں زاہد حسین زاہد کو رقم طراز ہیں:

”زبان کی اصلیت کہ ابتدأ کہاں سے ہوئی اور
کن کن تغیرات کے بعد اس حد کو ہونچی... آزاد
و صفیر وغیرہ نے لکھا ہے۔ امیراللغات میں اس کی نقل
کر دینے کو جی نہیں چاہتا۔“ ۲ -

مندرجہ بالا حوالے سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ زبان کے
متعلق امیر کا مطالعہ اچھا تھا لیکن جو کچھ لکھا گیا تھا وہ اس
سے مطمئن نہیں تھے حالانکہ آزاد نے ”آب حیات“ میں اور صفیر نے
”جلوہ خضر“ میں اس وقت کے معیار سے قابل لحاظ معلومات بہم ہونچاں

۱۔ ”مکاتیب امیر مینائی“، ص ۱۶۹ -

۲۔ ایضاً: ص ۱۷۱ -

تھیں، لیکن امیر تو ”امیراللغات“ میں وہی لکھنا چاہتے تھے ”جو کسی صورت نا معتبر نہیں ہوتا۔“ ۱ -

دفتر قائم کرنے کے بعد لائحہ عمل کے مطابق کام شروع کیا گیا۔ ”عملی کمیٹی“ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا بقول اسماعیل مینائی:

”دفتر میں ہوتا یہ تھا کہ جو طریقہ آج کل کاڈ میکنگ کا ہے وہ (امیر) اس کام کو ایک بڑے کاغذ پر کراتے تھے۔ یعنی ایک بڑے کاغذ پر کتابوں سے لفظ نکال کر منتقل کرتے جاتے تھے۔ پھر انہیں دوسرے اہل کار الفدائی طریقے پر لکھتے تھے۔ معمدین ان کی سند خود اور امیر سے پوچھ کر لکھتے جاتے تھے۔“ ۲ -

”اس طرح جس قدر لغت تالیف ہوتا تھا وہ شب کو ارکان ”مشیر کمیٹی“ سن لیا کرتے تھے۔“ ۳ - لہکن یہ طریقہ زیادہ دن نہیں چل چکا مشیروں کے بحث مباحثے کا یہ نتیجہ ہوا کہ لغت کا کام رکھنے لگا۔ ایسے میں ”چند نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے یہی رائے دی کہ ان جھگڑوں میں لغت تالیف سے رہ جائے گا، صرف اپنی رائے کو دخل دینا چاہیسے۔“ ۴ - یوں امیر نے اپنے ہی اجتہاد سے کام لیا اور لغت کے کام کو آگے بڑھایا۔

۱- ایضاً : ص ۲۰۱ -

۲- دوران گفتگو چناب اسماعیل احمد مینائی نے بتایا۔

۳- ”امیر مینائی“ ص ۱۱۳ -

۴- ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۱۷۶ -

اس فیصلے کے بعد کام نسبہ "آسان ہو گوا۔ اہل کار الفاظ کی فہرست بناتے، معتقدین ترتیب دینے کے بعد سند لکھتے، اور امیر اس کی نظرِ ثانی کرتے تھے۔ جلد مکمل ہونے کے بعد مطبع کی جاتی تھی۔ وہاں کاتب اسے لکھتا تھا۔ اس کی کاپیاں واہس دفتر آتی تھیں اور اصل سے مقابلہ کرنے کے بعد واہس مطبع جاتی تھیں، جہاں چھٹائی کا کام ہوتا تھا۔ صاحب مطبع ہروف نہیں بھیجا کرتے تھے۔ امن ماری صورت حال کو امیر نے اپنے ایک خط میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔ مکتوب بنام حکیم بہرہم سورخ ۵ جون ۱۸۹۲ء میں لکھتے ہیں :

"ہروف تو دیکھنے کو نہیں ملتا... صرف کاپیاں آتی ہیں، وہ دفتر میں مقابلہ ہو کر واہس جاتی ہیں۔ کاپیوں کو پتھر ہر ڈال کر، پروف اتار کر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جب تک پروف واہس نہ جائیں تب تک چھٹائی سے معدوری ہو اور ان کے پتھر گھر سے رہیں۔ یہ هرج کوئی کھوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو، پتھر بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔" - ۱

شاید اسی قباحت کی وجہ سے امیر نے سرالفروز لائل کے مشورے پر عمل نہ کیا ہو۔ امن لیہر کے سرالفروز لائل نے نمونہ دیکھنے کے بعد یہ مشورہ دیا تھا کہ :

"ایک دو ورقہ ہروف کے طور پر تیار ہو جائے اور قریب قریب دو سو جلدیں اس کی تمام ہندوستان میں

گردش کرائی جائیں ایک عمدہ چھاپہ خانہ اس کے واسطے
ہو۔” - ۱

لیکن مقدسہ امیر اللغات میں امیر لکھتے ہیں کہ :
”بروف مشتہر کرنے کی صورت جو سرالفڑ لاٹل کی
ہدایتوں میں تھی کسی طرح بن نہ ہٹی، اس لیے
کہ سرالفڑ لاٹل کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اس کام کو
سرکاری کاموں کا خمیمہ بنائیں مگر اس خیال سے کہ لغت
ملک کے لئے ہے میں نے نج کی تحریروں اور اخباروں کے
ذریعے سے تالیف کے اہم مسائل کو ملک کے مامنے
ہوش کیا جس سے ایسے اچھے اچھے نتیجے نکلے جو
کبھی کسی مصنف پا موالف کی خود رائی سے نہیں نکل سکتے۔“ ۲

امیر نے سرالفڑ لاٹل کے مشورے ہر عمل نہ کرتے ہوئے
جو راست اپنایا وہ معیوری تھی امیر جن حالات سے دوجار رہے ان
حالات میں مشورے ہر عمل کرنا ناممکن تھا، کیوں کہ اس میں
ایک باقاعدہ مطبع کا ہونا یہ حد ضروری تھا اس کے علاوہ ضروری
نہیں تھا کہ لوگ بھی اس سلسلے میں تعاون کرتے، امیر نے جو
دورے ملک بھر میں کیے تھے اس سے امیر کو بخوبی اندازہ ہو گیا
تھا کہ کس قدر لوگ تعاون کر سکتے ہیں۔ مگر دوسرے یہ کہ
ریاست کے پکے بعد دیگرے انقلابات بھی اس کام ہر اثر انداز ہو
رہے تھے۔ اگر واقعی سرالفڑ لاٹل کے مشورے ہر مکمل عمل ہو جاتا
تو امیر اللغات کا مرتبہ مزید بلند ہوتا۔

- ۱ ”مقدمہ امیر اللغات“، ص ۳۔

- ۲ ایضاً

(۸)

دفتر امیر اللغات نے کم و بیش گیارہ سال کام کیا۔ اس عرصے میں لغت کا کتنا کام ہوا، ذیل میں اسی مسلسلے کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

امیر نے نمونہ امیر اللغات میں اس لغت کو آئندہ جلدیوں میں پیش کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ”فروری ۱۸۹۱ء کے پیام بار کے شمارے میں اسی ارادے کا اعادہ کیا گیا“^۱۔ لیکن مسائل اور حالات نے امیر کو سکون نہیں لینے دیا۔ لہذا صرف دو حصے طبع ہوئے اور بقیہ منظر عام پر نہیں آسکے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں کہ ”۱۸۹۵ء میں لغت کا تیسرا حصہ جس میں ب کے لغات تھے تقریباً تیار تھے، لیکن اس کے لیے سرمایہ نہیں تھا۔“^۲ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۹۳ء کے آخر میں یہ حصہ تیار ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ جس وقت دوسرا حصہ منظر عام پر آیا تو امیر، زاہد حسین زاہد کو ۱۸۹۳ء میں تیاری کی تھی^۳۔ ۳۰ جون ۱۸۹۳ء کو زاہد حسین زاہد کو تیاری ہو رہی ہے۔^۴ ۳۰ جون ۱۸۹۳ء کو زاہد حسین زاہد کو بھر یہ اطلاع دیتے ہیں کہ ”امیر اللغات کا تیسرا حصہ مرتب اور مکمل کیا جاتا ہے“^۵۔

۱۔ ”امیر مینائی اور ان کے تلامذہ“، ص ۳۵۰۔

۲۔ ”مطالعہ امیر“، ص ۳۱۶۔

۳۔ ”مکاتیب امیر مینائی“، ص ۱۸۲۔

۴۔ ایضاً، ص ۱۸۷۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۸۹۳ء کے آخر میں لغت مکمل ہو چکا تھا۔ کیوں کہ اس کے بعد ۱۵ اپریل ۱۸۹۳ء کے خط میں سید محمد نوح کو تحریر کرتے ہیں۔ ”دفتر امیر اللغات بے سرما یگی سے ابتر ہو گیا، تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے، طبع کا مامان بہم نہ ہنچنے سے بستر میں بندھا رکھا ہے۔“ ۱۳ جون ۱۸۹۳ء کے خط میں زاہد حسین کو بھی بھی لکھتے ہیں۔ ”امیر اللغات کی تیسرا جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی۔“ ۲-

۱۸۹۳ء کے دونوں خطوط میں بھی تاثر ملتا ہے کہ لغت مکمل ہونے عرصہ ہو گیا جب کہ نصف مال ۱۸۹۳ء کے خط سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حصہ آخری مراحل میں ہے ۳۔ اس کے بعد کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ ۱۸۹۳ء کے آخر میں حصہ مکمل نہ ہوا۔

۱۸۹۳ء میں تیسرا حصہ کے بعد چوتھے اور پانچویں حصے کا کام بھی شروع ہو گیا تھا۔ عرفان عباسی ”دبستان امیر مہنائی“ میں ممتاز علمی آہ کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”آہ صاحب نے ب کا حصہ ہوری طرح تیار کر لیا تھا اور ب و ت کے حصے زیر تکمیل تھے۔“ ۴ آہ کی سوانح میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ

۱۔ ایضاً، ص ۲۶۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۹۸۔

۳۔ ”دبستان امیر مہنائی“ ص ۸۳۔

۴۔ ”مکاتیب امیر مہنائی“ ص ۲۳۰۔

انہوں نے ۱۸۹۳ء میں دفتر کو خیر باد کہہ دیا تھا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۹۳ء سے بقیہ حصوں ہر بھی کام جاری تھا۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۷ء کے زاہد حسین زاہد کو لکھئے گئے خط سے یہ بتا چلتا ہے کہ ان حصوں ہر کام جاری تھا اور جولائی ۱۸۹۸ء کے مکتوب تک اس حصے ہر کام جاری تھا۔

۱۸۹۶ء کے بعد دفتر ابتری کا شکار ہوا، جس کا اندازہ مکاتیب کے متدرجہ بالا اقتیاسات سے ہوتا ہے اس کے علاوہ امن دوران کم و بیش ہندڑہ ماہ دفتر کا وجود ہی نہیں رہا۔ امن لیے کام میں رکاوٹ ہوئی ۱۸۹۹ء میں جب آہ، رام وور آئے تو لکھتے ہیں کہ، "حضرت تالیفِ امیر اللغات میں معروف تھے تائی فوcanoی کے لغات لکھئے جاتے تھے"۔ ۲۔ غالباً آہ جو کام چھوڑ کر گئے تھے وہ مکمل ہو چکا تھا۔ یعنی ب، پ، ت کے حصے مکمل ہو چکے تھے۔ صرف طبع ہونا باقی تھے۔

امیر نے ۱۹۰۰ء کے وسط میں حیدرآباد جانے کی تیاری شروع کی اور ماہ ستمبر میں رام وور کو خیر باد کہا، امیر کے نظم و ضبط اور اندازِ تالیف کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ان سے تائی فوcanoی تک لغت کو بالکل مکمل کر لیا ہو گا۔ لیکن مرتب شدہ حصوں میں سے صرف دو حصے شامل ہوئے۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ، (الف ممدودہ) "مارچ ۱۸۹۱ء" ۳۔ میں مطبع

۱۔ ایضاً، ۲۳۲،

۲۔ "امیر مینائی"، ص ۱۱۳۔

۳۔ "مکاتیب امیر مینائی"، ص ۱۰۸۔

سفید ہام آگرہ ” سے شائع ہوا۔ ۱۔ ”یہ ۱۸۹۲ کی تقطیع ہر لیتھو
ہر طبع ہوا“۔ ۲۔ ”ہ حصہ ۲۰ جز“ ہر مشتمل ہے“۔ ۳۔ جس کے ”۳۱۷
صفحات میں ... تین ہزار لغت“۔ ۴۔ ہیں۔

امیر اللغات کا دوسرا حصہ (الف مقصودہ) کا ”نصف اول“ ۱۵ ستمبر
۱۸۹۲ء کو چھوٹنے کے لیے روانہ ہوا“۔ ۵۔ ”مشی ۱۸۹۳ء“۔ ۶۔ ”اس مطبع
سے شائع ہوا“۔ ۷۔ ”ہ حصہ بھی ۱۸۹۲ کی تقطیع ہر لیتھو ہر طبع
ہوا“۔ ۸۔ اور ”مثی اول کے ۲۰ جزو میں نکلا۔“، جو کہ ۳۲۵ صفحے
اور ساری تین ہزار لغت ہر مشتمل ہے“۔ ۹۔

امیر اللغات کے صرف بھی دو حصے طبع ہو کر منظر عام ہو
آئے جن کو اہل علم نے بہر حد پستہ کیا۔ مشہور ”انگریزی اخبار

۱۔ ”مطالعہ“ امیر ص ۳۱۶۔

۲۔ ایضاً، ص ۳۲۱۔

۳۔ ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۱۸۳۔

۴۔ خیر مطبوعہ خط: بنام منشی محمد حسن از محمد مسعود،
۲۲ اپریل ۱۸۹۶ء۔

۵۔ ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۱۷۲۔
۶۔ ایضاً۔

۷۔ ”مطالعہ“ امیر ص ۳۱۶۔

۸۔ ایضاً، ص ۳۲۱۔

۹۔ ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۱۸۳۔

۱۰۔ خیر مطبوعہ خط: بنام منشی محمد حسن، محولہ بالا۔

ہانیر میں ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء کو ڈاکٹر فلپ نے اس ہر الیٹوریل تحریر
کہا۔“ ۱۰ اس کے علاوہ ملک کے مشہور رسانی و جراند، مثلاً:
اوڈھ پنچ، ۲۳ اپریل ۱۸۹۱ء، اخبار مفید عام، یکم مئی ۱۸۹۱ء،
اخبار آزاد، جولائی ۱۸۹۱ء، رسالہ مرقع عالم، اکتوبر نومبر ۱۸۹۱ء،
رسالہ قمر مارچ ۱۸۹۲ء نے منصافاتم تبصرے شائع کیے۔ اس کے علاوہ
سر سید احمد خاں، منشی محمد نورالحسن، اکبر المآبادی، منشی
یاسین شفق اور شمس العلما عبدالحق نے امیر کے اس کام کو بڑے حمد سواہا۔
بعد ازان ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا اور
دونوں حصوں کو یکجا کر دیا گیا۔ ۲۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء کے خط میں
جلیل، مرزا پروردش کو تحریر کرتے ہیں:

”امیر اللغات کی دونوں جلدیں باہم مربوط ہیں۔“

اب سوال یہ باقی ہے کہ تائیں فوقانی کے بعد کے حصوں کی
کیا صورت حال رہی؟ اس بارے میں اسماعیل احمد مینائی
کہتے ہیں:

”امیر نے ایک لحاظ سے کام مکمل کر لیا تھا۔“ - ۱

اور ڈاکٹر کریم الدین احمد کہتے ہیں:

- ۱۔ ”مکاتیب امیر مینائی“، ص ۱۰۸ -

- ۲۔ غیر مطبوعہ خط بنام مرزا پروردش علی خاں از جلیل مانک پوری:

- ۲۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء -

- ۳۔ دوران گفتگو جناب اسماعیل احمد مینائی نے بتایا۔

”کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لغت مکمل کرلیا تھا
صرف طبع ہونا باقی تھا“ ۔

ڈاکٹر صاحب کے بیان میں وزن معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ اگر لغت کی یہ صورت ہوئی کہ مکمل ہونے کے بعد صرف طبع ہونا باقی ہوتا تو یہ بات ایسی نہیں تھی کہ ہر دہ خفا“ میں رہتی اس لیے کہ جلیل آخری سانس تک امیر کے ساتھ تھے انہوں نے امیر کی جو سوانح لکھی اس میں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملتی، اس کے علاوہ امیر کے نہایت چھپتے شاگرد ممتاز علی آہ نے جو سوانح لکھی اس میں بھی کوئی تذکرہ اس بات کا نہیں اور ان دونوں سے ہمہ احسن اللہ ثاقب نے ۱۹۱۰ء میں امیر کے مکاتیب مرتب کر کے شائع کیے اور ہر ۱۹۲۲ء میں دوسرا ایڈیشن شائع کیا، ان کے کسی جملے سے یہ بات اخذ نہیں کی جاسکتی ان سب ہر مستزاد یہ کہ امیر احمد علوی اور عبدالحقیم حکمت نے امیر کی جو سوانح عمریان لکھیں ان میں بھی کہیں کوئی ایسی اطلاع نہیں ملتی۔ ہاں البتہ اسماعیل مینائی صاحب کی بات میں کچھ وزن ہے۔ اپنے اس بیان کی تشریع انہوں نے یوں کی ہے کہ: ”امیر نے یہ تک کے الفاظ کاغذ ہر منتقل کر دیے تھے۔ معنی اور متدین نہیں لکھی گئی تھیں“ ۱۔ اس وضاحت سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تائی فوکانی کے بعد کے حصوں کو ترتیب دینے اور نظر ثانی کا کام باقی تھا، جو امیر غالباً دکن سے واہسی ہر کرنا چاہتے تھے۔ یوں امیر اللغات کے صرف دو حصے شائع ہوئے، کچھ حصے غیر مطبوع، اور باقی غیر مرتب رہ گئے۔

۱۔ ”امیر مینائی اور ان کے تلامذہ“، ص ۳۳۹۔

۲۔ دوران گفتگو جناب اسماعیل احمد مینائی نے بتایا۔

لغت کے بقیہ حصے شائع نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ”دفتر امیر للغات“ ہمیشہ مشکلات کا شکار رہا۔ پریشانیاں ”نمونہ امیر للغات“ کے شائع ہوتے ہی شروع ہو گئی تھیں کیونکہ نواب کلب علی خان کے انتقال کر جانے اور سر الفرڈ لائل کے ہندوستان سے چلے جانے سے اس کام کی سرہستی کرنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔
 نواب کلب علی خان کے بعد نواب مشتاق علی خان مسند آرا ہوئے۔ انہوں نے امیر کو ۱۸۸۸ء کے وسط میں دو قسطوں میں سول، ہزار روپیہ قرض دیا۔ جس سے دفتر قائم ہوا۔ ابھی دفتر قائم ہو کر لغت کا کام شروع ہوا ہی تھا کہ ”۲۵ فروری ۱۸۸۹ء بروز شنبہ کو نواب مشتاق علی خان انتقال کر گئے“ ۱۰ بقول ڈاکٹر کریم الدین احمد:

”عرش آشیان کے انتقال کے بعد حامد علی خان مسند آرا ہوئے... لغت کا کام بند ہو گیا۔ نئے حاکم نے لغت سے اپنی دل چسپی کا اظہار نہ کیا۔“ ۲- امیر، کونٹر خیرآبادی کو ۳۱ مارچ ۱۸۸۹ء کے ایک خط میں اپنے اور ریاست کے حالات تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 ”انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں روپیے ماہوار کا خرچ

۱- ”سوامی امیر“ ص ۳۳۳ -

۲- ”امیر مہنائی اور ان کے تلامذہ“، ص ۳۳۸ -

اور آمد کچھ نہیں۔ احباب نے جو کچھ کہا وہ نہ کیا۔ ۱-

ان مشکلات کے باوجود دفتری امور کو خوش اسلوبی سے نبھانے کے لیے امیر اور ان کے معاونین مارا سارا دن مصروف رہتے تھے بقول ممتاز علی آہ: ”دن کو تو فرصت ملتی ہی نہ تھی“ ۲- اس کے علاوہ کام میں هرج کی وجہ سے معاونین امیر کے سامنے دیگر مشاغل ہر گفتگو سے گریز کرتے تھے۔ ممتاز علی آہ لکھتے ہیں:

”امیر اللغات کے کام میں هرج ہونے کے خیال سے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ عرض کرنے، غذل کہنے اور شریکدم مشاعرہ ہونے کی اجازت حاصل کی جائے۔“ ۳- اور مصروفیت کا یہی حال امیر کا تھا۔ بقول امیر ”صیبح سے نصب شب تک گویا چوکی ہی ہر بینہ کر بسر ہوتی“ ۴- ۱۸۹۱ء میں یہ مشکل تمام لغت کی جلد اول کا حصہ اول منظر عام ہر آیا لیکن فروخت کے مسلسلے میں ناکامی کا سامنا کرنا ہٹا۔ زاہد حسین زاہد کو ۱ اپریل ۱۸۹۱ء کے خط میں تحریر کرتے ہیں:

”اب تک جو ہزارہا روپیہ صرف ہوا ہے وہ رائیگان نہ جائے اور جانکاہی نہ کانے لگے۔“ ۵-

۱- ”مکاتب امیر مینائی“ ص ۱۳۳ -

۲- ”امیر مینائی“ ص ۲۶ -

۳- ایضاً -

۴- ”مکاتب امیر مینائی“ ص ۱۳۸ -

۵. ایضاً، ص ۱۶۵ -

مالی مشکلات کے باوجود دفتر میں ہوئی تندھی سے کام ہوتا رہا۔ جس سے دفتر پر قرض، بڑھتا کیا امیر ۲۶ جولائی ۱۸۹۲ء کے خط میں داغ کو دفتر کے خرچ سے متعلق لکھتے ہیں:

”پانسو روپیے ماہ وار کا خرچ اور دوسو کی آمدنی ہے۔“ ۱

۱۸۹۳ء میں جلد اول کا دوسرا حصہ منظرعام پر آگیا۔ لیکن نہ دفتر کے مصارف کم ہونے، نہ ہی آمدنی بڑھی ان سب مشکلات میں ایک اضافہ ہے، بھی ہوا کہ جو لغت شائع ہو گئے تھے ان کی فروخت بھی قابلِ اطمینان نہیں تھی۔

اس سلسلے میں ایک غیر مطبوعہ خط سے اقتباس بیش کیا جاتا ہے۔ ۲ مکتوب ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۳ء کا ہے:

”لغت میں ہزاروں روپیے کی قرض داری ہو گئی۔ ایک جلد نہیں بکتی، فکر کھائی جاتی ہے یہ قرض کس کے کنج سے ادا کیا جائیں اور ہر تھوڑے نہیں، پندرہ سو لہ ہزار اور آگے کی تالیف بند ہوئی جاتی ہے۔“ ۲

دفتر کی اہتری کو سنبھالا دینے کے لیے امیر ۱۸۹۳ء میں مختلف شہروں کے سفر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تاکہ کچھ امداد حاصل کی جائے۔ لیکن عوارض لازم کی وجہ سے ارادہ ملتوي کر دینا ہڑتا ہے ہر وہ رام ہو رہا ہے کہ نوابین سے دفتری امور کے لیے امداد حاصل کرنے کی کوشش کرنے ہیں۔ لیکن اس کام میں ناکامی ہوتی ہے۔

۱۔ ”مکاتیب امیر مینائی“، ص ۲۷۶۔

۲۔ غیر مطبوعہ خط بنام ریاض احمد، مورخ ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۳ء، از ممتاز علی آہ۔

دفتر کی ابتری کا اندازہ معتمد امیر اللغات ممتاز علی آہ کے اس خط (غیر مطبوع) کے اقتباس سے لکایا جا سکتا ہے جو ۱۸۹۳ء میں مولوی محمد حسین کو لکھا گیا۔

”لغت کا ابتدائی حال تو حصہ اول کے دیباچے سے معلوم ہوگا اس کے بعد اس قدر اور ہے کہ مساوا ریاست عالیہ بھوپال کے اور کسی ریاست نے کچھ بھی امداد نہیں کی اس ریاست سے اور بھی قرض ملا تھا وہ بھی ختم ہو گیا پبلک نے بھی کچھ قدر نہیں کی نتیجہ ہے کہ پندرہ ہزار روپیہ ریاست کا اس کتاب کی بدولت منشی صاحب پر قرض ہو گیا۔ کام آئندہ کے لیے گویا بند ہے۔ نہ کتابیں بکھی ہیں نہ کوئی رئیس یا گورنمنٹ فراغ حوصلگی کو کام مبن لانے ہیں“ ۱۔

دفتر کا یہ حال دیکھ کر کچھ احباب نے امیر کو یہ مشورہ دیا کہ آئندہ طبع ہونے والی لغت کی فروخت کے لیے پیشگی قیمت حاصل کی جائیے۔ لیکن امیر نے احباب کی اس تجویز کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ: ”پیشگی قیمت حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دہنے کی صورت امیر اللغات کی شان پر نہایت بدنما ہے“ ۲۔

جون ۱۸۹۶ء میں ایک نئی ہریشانی کے سبب دفتر بند ہو جاتا ہے (جس کا ذکر گذشتہ مطمور مبن کیا جا چکا ہے)۔

۱۔ غیر مطبوع، خط ہنام مولوی محمد حسین ۱۹۸۳ء، از ممتاز علی آہ۔

۲۔ ”مکاتیب امیر مینائی“ ص ۲۱۳

اور یہ دفتر کم و بیش ڈیڑھ مسال بند رہا۔ اس دورانِ امیر نے مالی امداد کے لیے ایک درخواست گورنر جنرل بھادر کو بھیجی۔ اس میں کام بابی نہیں ہوئی۔ میکریٹری نے جواب لکھا کہ ”یہ درخواست لفثینی کے ذریعے سے آنا چاہیے“ ۱۔ میکریٹری کے جواب کے مطابق درخواست لفثینی کو بھیجی گئی۔ وہاں سے اس ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے سے درخواست آنا چاہیے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ۲۔ لیکن اس طرح بھی ناکامی ہوئی۔

دفتر کی ابتدی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ان حالات سے ہریشان ہو کر امیر نے حیدرآباد کا قصد کوا۔ دورانِ سفر وہ کانپور میں چار پانچ دن قیام کے بعد بھوپال روانہ ہوئے جہاں دو ماہ قیام کیا۔ اس دورانِ نواب شاہ جہاں بیگم نے امیر کو ملاقات کا شرف بخشنا اور بھوپال میں رہ جانے کا اصرار کیا امیر نے ”حسب موقع اور مناسب وقت“ الفاظ میں اس وقت معدنی کی اور رخصت ہوئے۔ بھوپال ہی میں چھٹی ختم ہوجانے کی وجہ سے وہ حیدرآباد نہ جا سکے اور رام پور واپس آگئے۔

ہریشانیاں ہدستور رہیں۔ والی رامپور نے جو وعدے کئے تھے وہ ہوئے نہ کئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ امیر نے یہ کام بھی نوایین کی مرضی ہی سے شروع کیا تھا اور اگر مکمل ہو جاتا تو

۱۔ ایضاً: ص ۲۲۰۔

۲۔ ایضاً: ص ۲۲۲۔

۳۔ ”امیر مینائی“، ص ۱۳۱۔

ریاست ہی کی نیک نامی تھی۔ لیکن اس سلسلے میں ریاست سے کوئی احسان ہوا بھی تو یہ کہ قرض دیا گیا تاکم لغت فروخت کر کے رقم واہس کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر نے حق نمک خوب نبھایا۔

۱۱ اگست ۱۸۹۷ء کے خط میں زاہد حسین زاہد کو لکھتے ہیں:

”امیر اللغات کی اپتری پرستور ہے فی الحقیقت اس کے

پورا نہ ہونے سے جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضور ہر نور والی رام پور نے، جب میں سفر کے لیے رخصت

ہوتا تھا اس کے تکمیل ہر اپنی آمادگی اور ہوڑی

خواہش ظاہر فرمائی تھی بلکہ قرار ہا گیا تھا کہ سفر

سے میری مراجعت پر دفتر کھول دیا جائے گا مگر آئی

قریب دو مہینے کے گزرے اب تک کچھ نہیں ہوا۔“ ۱

کچھ عرصے بعد دفتر کھول دیا گیا لیکن مالی دشواری میں

کوئی کمی نہ آئی۔ ۱۸۹۹ء میں دفتر میں آگ لگ جانے کے سبب

ہزاروں کا نقصان ہوا جس میں ایک بہترین لائبریری جو دفتری امور

کے لیے جل گئی۔ ناچار اسہر نے حیدرآباد دکن جانے کی

تیاری شروع کی اور ۱۹۰۰ء کے وسط میں انہوں نے سفر کیا۔ حیدرآباد

دکن ہنچ کر ان کی زندگی نے وفا نہیں کی اور دفتر اللغات کا کام

ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

(۱۰)

امیر اللغات کا بہلا حصہ (الف محدودہ) مارچ ۱۸۹۱ء میں اور

دوسرा حصہ (الف مقصود) مئی ۱۸۹۳ء کو منتظر عام ہر آیا تو ان کی قیمت ”ولا یتی کاغذ پر مات رویے اور دیسی کاغذ پر چھے رویے تھی“ ۱۔ دفتر امیر اللغات میں لغت کے علاوہ امیر کی کتب بھی فروخت کی جاتی تھیں اور یہ سارے امور معتمدین نہیں تھے۔ مکاتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ کاروباری اصول بہت لچک دار تھے اور عموماً بدلتے رہتے تھے۔ البتہ لغت کی قیمتون میں آخر تک کوئی کمی نہیں ہوئی۔ مثلاً محمد مسعود ۲۲ اپریل ۱۸۹۶ء کو ایک خط کے ذریعے منشی محمد حسن تاجر کتب کو مطلع کرتے ہیں:

”امیر اللغات اور صنم خانہ عشق کے تاجرانم خریداروں کو، اگر سو سو نسخے لیں تو پانچ پانچ نسخے بلا قیمت دیے جائیں گے اور مخصوص ڈاک بدم خریدار ہوگا“ ۲۔

اسی تاجر کو ستمبر کو ۱۸۹۸ء میں جلیل تحریر کرتے ہیں:

”کمیشن کا قاعدہ یہاں یہ رکھا گیا ہے کہ ۲ جلدیوں کا جو یک مشت خریدار ہو اس کے ماتحت ہے حساب فی صد دس روپیہ رعایت کی جائے گی“ ۳۔

۱۹ اکتوبر ۱۸۹۸ء کو ہر کاروباری شرائط میں تبدیلی کی جاتی ہے کہ جو سو روپیے کی کتب خریدے، اس سے مخصوص ڈاک نہ لیا جائے۔ سید سراج الدین کو تحریر کرتے ہیں:

۱۔ ایضاً: ص ۲۹۳

۲۔ غیر مطبوع، خط، بنام منشی محمد حسن از محمد مسعود، ۲۲ اپریل ۱۸۹۶ء۔

۳۔ غور مطبوع، خط، بنام منشی محمد حسن از جلیل، ستمبر ۱۸۹۸ء۔

”صرف ان تجار کو تحفیف دی جاتی ہے جو یکمشت سو روپیے کی کتابیں خریدیں۔ اتنی رعایت آپ کے ساتھ بھی کی گئی ہے کہ محصول ڈاک نہ لی جائے“ ۔
متفرق خریداروں کو رعایت دینے کا کوئی قاعدہ نہیں تھا لیکن اگر کوئی مختلف اوقات میں کتب خریدے تو کسی ایک موقع پر امن کو رعایت دی جاتی تھی۔

۱۸۹۸ء میں ان حصوں کو دوبارہ طبع کیا گیا لیکن قیمت میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی۔ جلیل، منیجر اخبار عام کو ۲۔ ستمبر ۱۸۹۸ء کے خط میں رقم طراز ہیں:

”امیر اللغات، یہ اردو کا جامع اور یہ مثل لغت لکھنؤ و دہلی کے مجاورات و اصطلاحات و مفردات و مرکبات کا خزانہ ہے ابھی دو ہی جلدیں چھپی ہیں فی جلد ۶ روپیے“ ۔

دفتری شرائط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر واقعہ لغت سے کوئی کاروباری فائدہ انہانا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ حقیقی معنوں میں زبان خدمت کرنا چاہتے تھے۔

امیر ہر شاعری کے حوالے سے اکثر ناقدین الزام لگاتے ہیں کہ وہ داغ کی تقلید کرتے تھے۔ یا ان کی شاعری میں کشش نہیں ہے۔ لیکن لغت نویسی کے باب میں یہ بات بلا خوف تردید کمی جاسکتی ہے کہ وہ جدید اردو لغت نویسی کے باقی ہیں۔ انہوں نے ہمی مرتباً اردو لغت نویسی کو ایک باقاعدہ منظم مائنٹفک نظام

- ۱۔ خیر مطبوع، خط، بنام سمید سراج الدین، مورخ، ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۸ء ۔
- ۲۔ خیر مطبوع، خط، بنام منیجر اخبار عام، مورخ، ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء ۔

سے روشناس کرایا۔ اور ایک منظم لائچ عمل کے تحت دفتر امیراللغات کی بنواد ڈالی۔

بہ ہمی لغت میں جس کی ترتیب میں مؤلف کے علاوہ دیگر زبانوں کے لائق فائق علماء کا تعاون بھی حاصل کیا گیا اور پھر مسودہ تیار ہونے کے بعد آن علماء کو نظر ثانی کی دعوت دی جاتی تھی۔ گو کہ، اس نظام میں، وجہ امیر کو بعد میں لچک پہدا کرنا ہٹی۔

امیر اللغات دفتری اخراجات، وسائل ہوری طرح مہیا نہ ہو سکتے کی وجہ سے مکمل نہیں ہو سکا لیکن اردو لغت نویسی کے ہاب میں، ایک جامع لغت کا خاکہ ضرور پیش کرتا ہے۔

آج ”اردو ڈکشنری بورڈ“ لغت نویسی کے جس نیجہ ہر کام کر رہا ہے وہ یقیناً ایک نہایت ترقی یافتہ نظام ہے جس کو آکسفورد ڈکشنری کے منظم طریقے ہر قائم کیا گیا ہے۔ امیر اللغات کے دفتر میں اس نظم و ترتیب اور اصول و قواعد کی ایک جھلک ایک صدی ہمی نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امیر اللغات اس کا نقش اول معلوم ہوتا ہے۔ بلاشبہ، نقش ثانی نقش اول سے بہتر ہے۔ اگر امیر اللغات امیر کے قائم کئی کئی نظام کے تحت مرتب ہو جاتا تو اردو کا پہلا سائنسی لغات ہوتا۔

ضمیم :

آخر میں معتمدین دفتر امیر اللغات کے چند غیر مطبوعہ مکتوبات پیش کیے جاتے ہیں، جن میں وہ دفتر امیر اللغات کے کاموں میں سرگرم نظر آئے ہیں۔ یہ غیر مطبوعہ خطوط دفتر امیر اللغات کے آس ریکارڈ سے اخذ کیے گئے ہیں جو سات دفتروں

(رجسٹروں) کی شکل میں محفوظ ہیں اور ان کا تعارف پیش تر آچکا ہے۔

۱۔ مکتوبِ محملِ ممتاز علی آہ؛ عالی خدمتِ جناب منشی امیکا ہرشاد صاحبِ اسٹینٹ انسپیکٹر سرشنتم تعلیم اودھ، گنیش گنج، لکھنؤ۔

دفتر امیر اللغات، رام پور۔ ۳۰ اگست، ۹۱ء

جنابِ من! کچھ عرصہ، ہوا میرے ماموں حافظِ محمد محمود علی نے امیر اللغات کے بارے میں ایک نیازنامہ مع اشتھارِ حصہ اولِ خدمتِ عالی میں بھیجا تھا اور آس کا جواب آپ نے آسی قدردانی اور ہمدردی سے لطف فرمایا تھا جیسا کہ آپ سے عام دوست بھر بھروسہ تھا۔

اب میں ایک کاہی آس کی بفرضِ ملاحظہ، خدمتِ عالی میں بھوجتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ اور سعی سے تعلیم میں بمنظوری صاحب ڈائیریکٹر بھادر، اس کتاب کی صدھا جلدیں خریدی جائیں گی اور انھی قدردانیوں اور اسی ہمدردی سے یہ کتاب اختتام کو پنچھیزے گی جس کے نہ صرف حضرتِ مؤلفِ مدظلہ العالی سعنون ہوں گے بلکہ ملک اور زبان ہر بڑا احسان ہو گا۔

اس باب میں مجھے آپ سے کچھ زیادہ عرض کرنا مکمل بلغان آموختن ہے۔ البتہ اتنا اور اطلاعاءً گذارش کروں گا کہ صاحب ڈائیریکٹر بھادر نے اشتھارِ ملاحظہ، فرمائے ہر اس کی جلد خرید فرمائی ہے۔ فقط

آپ کا ادنی خادم: محمد ممتاز علی، سکریٹری

۲۔ مکتوبِ محملِ مسعودِ احمد: بسام منشیِ محمد حسن

تاجر کتب۔ ۲۲ اپریل ۹۶ء

جنابِ من ! تسلیم - کارڈ جواب طلب آیا، منون کیا۔ جواب ملاحظہ ہو۔

محمد مسعود احمد از ریاست رام ہور۔

• امیر اللغات حصہ اول ۳۱۷ صفحہ، امیر اللغات حصہ دوم ۳۲۵ صفحہ، الف مددودہ تین هزار لغت، الف مددودہ (مصورہ) ماذہر تین هزار لغت۔

• دیوان دوم موسم بہ صنم خانہ هشق ۳۶۸ صفحہ، خیابان آفرینش، میلاد شریف مع دیوان نعت ۲۷۲ صفحہ۔

• امیر اللغات اور صنم خانہ عشق کے تاجر ان خریداروں کو، اگر سو سو نسخے لیں، تو ہائچ پانچ نسخے بلا قیمت دیے جائیں گے اور مخصوصاً ہر کتاب کا بذم خریدار ہوگا۔

۳۔ مکتوب جلیل حسن: بنام جناب منیجہ صاحب اخبار عام لاہور ۱۸۹۸ء از دفتر امیر اللغات رام ہور استیث۔

جناب بنده ! تسلیم و نیاز۔ اخبار عام هفتہ وار کا نمونہ مرحمت ہو اور یہ ارشاد ہو کہ اشتہار مندرجہ ذیل اخبار مذکور میں چار مرتبہ چھپنے کے لیے کس قدر اجرت درکار ہوگی۔

جلیل حسن سکریٹری

تصانیف ملک اشعراء حضرت امیر مہنائی لکھنؤی

امیر اللغات، یہ اردو کا جامع اور بی مثیل لغت لکھنؤ و دہلی کے محاورات و اصطلاحات و مفردات و مركبات کا خزانہ ہے۔ ابھی دوہی جلدیں چھپی ہیں۔ فی جلد ۶ روپیے۔ صنم خانہ عشق نہا دیوان، رنگ میں ڈوبا ہوا، ایک ایک شعر ہر میری شاعری قربان ہے، قیمت دو روپیے۔

خیابان آفرینش مستند روایات کا مولود شریف مع دیوان نعتیہ ایک روپیہ۔ المشتہر: جلیل حسن جلیل سکریٹری دفتر امیر اللغات رام ہور مراد آباد سرخ روشنائی سے جو کچھ لکھا گیا ہے یہ جلی قلم سے لکھا جائے گا اور

اشعار خوب صحیح اور واضح اور اشتهاروں سے علیحدہ، مضامین کے درمیان جگہ دی جائے گی۔

۷۔ مکتوب لطیف احمد میناٹی: بنام منشی محمد عسکری وسیم، مالک گل چین خیرآباد۔

۱۵ اکتوبر ۱۸۹۸ء۔ رام پور، دفتر امیراللغات۔

مکرم براذران زاد عنایتکم! سلام مسنون۔

میں ایک ضرورت سے لکھنؤ کیا تھا۔ جی چاہا کہ آپ سے بھی ملوں، مگر کوئی میں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ خیرآباد تشریف لے گئے ہیں۔ اکثر آپ سے ملنے کو چی چاہتا ہے، اہل دفتر بھی آپ کو یاد کرنے ہیں اور آپ کا ذکر خیر رہتا ہے۔ اس زمانے میں حضور ہرونور دام ملکہم و اقبالہم نے تھوڑی سی توجہ، امیراللغات کی جانب دی ہے۔ دفتر میں ایک، آدمی کی ضرورت ہے۔ میرا قصد ہوا میں آپ کے واسطے تحریک کروں مگر قبل اس کے کہ آپ کا خیال دریافت کروں، تحریک مناسب نہ سمجھا۔ اب بذریعہ تحریر آپ کو اطلاع دے کر آپ کا خیال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میرا علم ہے گل چین کی حالت تو اچھی اور قابل اطمینان ہے نہیں۔ اس لہرے خمال ہوا ہے کہ آپ کسی دوسرے مشغلوں کو ترجیح دیں اور غالباً آپ کو یہاں دامچپھی بھی حالت موجودہ سے زیادہ ہوگی۔ آپ اپنے خیال سے مفصل مجھے ہر واہسی ڈاک اطلاع دیں تاک قبل کسی دوسرے بندوبست کے، میں کارروائی کر سکوں۔ اور بھی چند صاحب شرکت دفتر کے لیے متjur کہیں مگر جی بھی چاہتا ہے کہ آپ سے یک جائی ہوئی۔ تکملہ مخزن یہ ہے کہ اپنے خمال سے جوسا کچھ منظور ہو صاف صاف آکاہ۔

کی مجھے گا تاکہ الجهن باقی نہ رہے اور معاملے میں تاخیر (نہ) ہو۔ یہاں سب ما وجہ رسائی ہیں۔ فقط۔

لطیف احمد مہنائی

كتابيات

مطبوع، کتب:

- ۱۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر: "مطالعہ، امیر" ، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۳ء۔
- ۲۔ امیر احمد علوی: "طہرہ امیر" لکھنؤ، انوار المطابع، ۱۹۲۸ء۔
- ۳۔ امیر مینائی: "مکاتیب امیر مینائی" ، مرتب احسن اللہ ثاقب، لکھنؤ، مطبع ادبیہ، ۱۹۲۷ء۔
- ۴۔ امیر مینائی: "امیر اللغات" ، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۸۸ء۔
- ۵۔ آئے، شاہ ممتاز علی: "امیر مینائی" ، لکھنؤ، ادبی پریس، ۱۹۳۱ء۔
- ۶۔ جلیل مانک ہوروی: "سوانح امیر مینائی" ، حیدرآباد دکن، مطبع میدی، ۱۹۳۷ء۔
- ۷۔ حامد حسن قادری: "داستان تاریخ اردو" ، طبع سوم، کراچی، اردو اکیڈمی منڈھ، ۱۹۶۱ء۔
- ۸۔ حکیم نجم الغنی خاں رامہوری: "اخبار الصنادید" ، لکھنؤ، مطبع نول کشور، ۱۹۱۸ء۔
- ۹۔ شوق، احمد علی خاں، حافظ: "تذکرہ کاملان رام ہور" ، ہند، مشمول، خدا بخش لائبریری جرنل، مشترکہ شمارہ ۲۳ تا ۲۵۔
- ۱۰۔ عرفان عباسی: "دستان امیر مینائی" ، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵ء۔
- ۱۱۔ کریم الدین احمد، ڈاکٹر: "امیر مینائی اور ان کے تلامذہ" ، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء۔

۱۲- لالہ سری رام : "بِخَخَانمْ جاوید" ، جلد اول تا چهارم ، دہلی ،
۱۹۰۸ تا ۱۹۲۶ء۔

رسائل :

"تحقیق" شعبہ اردو ، جامعہ سندھ ، جام شورو : ۱۹۸۹ء۔
"خدا بخش لائبریری جرنل" پندرہ ، مشترکہ شمارہ ۳۳ تا ۳۵۔
